ڈاکٹر صوفیہ یوسف

نسائی ادب اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ایک مطالعہ

Feminist Literature in Muslim Educational Conference A study

Dr. Sofiya Yousuf, Assistant Professor, Department of Urdu, Shah Abdul Latif University, Khairpur, Sindh.

Abstract:

This article unfolds the contribution of All India Muslim Educational Conference towards women right of freedom & education. These efforts of Muslim conference bring change in social, economic & political status of women in sub-continent. Muslim conference also provide platform to women for their literary activities. This article analyse the effect of Muslim conference on the poetry & prose style (dialect) of women writers.

سولھویں صدی سے انیسویں صدی کے نصف اوّل تک برصغیر پاک و ہند کی سماجی اور ادبی تاریخ کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین، ناخواندگی، پردے کا نظام اور فرسودہ معاشرتی رسوم کی بدولت اجتماعی طور پر زندگی کے تمام شعبوں میں کوئی خاص بھرپور کردار نہیں ادا کر سکیں۔

کسی بھی معاشرے کی بہتری اور ترقی کے لیے عورتوں کی تعلیم ہمیشہ ایک اہم بنیادی اور حساس معاملہ رہا ہے۔ معاشرتی ترقی کے لیے یہ ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی کے عورتوں کو معاشرے سے فعال اور متحرک حصہ بنایا جائے تاکہ معاشی اور معاشرتی ترقی کے تمام عوامل اپنی قوت کے ساتھ تعمیر و تہذیب میں شامل کیے جاسکیں۔ آج جو ممالک ترقی یافتہ اور مہذب سمجھے جاتے ہیں ان کے عروج کی اہم وجہ تعلیم نسواں ہے۔ اس اہم ضرورت کو انیسویں صدی تک برصغیر پاک و ہند میں نظر انداز کیا گیا، فرسودہ رسومات کے عروج کی بدولت اس معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم کو معیوب سمجھا جاتا رہا جس کی وجہ سے خواتین جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی میں پیچھے تھیں وہاں اُردو زبان کی ترقی میں بھی اجتماعی طور پر کوئی خاص کردار ادا نہیں کر سکیں۔

۱۱، اپریل ۱۸۵۰ء سے برطانوی حکومت نے عورتوں کے تعلیمی اداروں کی سرپرستی شروع کی (۱) لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے نفسیاتی طور پر یہاں کے مسلمانوں پر بہت برا اثر ڈالا اور وہ

برطانوی حکومت کی طرف سے کی جانے والی معاشرتی اصلاحات سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے، جس کا انھیں من حیث القوم شدید نقصان اٹھانا پڑا۔

تعلیم کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے مسلمانوں کے باشعور اور مستقبل پر گہری نظر رکھنے والے، حلقوں نے کوششوں کا آغاز کیا۔ لاہور ۱۸۸۶ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (محمڈن ایجوکیشن کانفرنس)۲ کے اجلاس میں عورتوں کی تعلیم کے لیے قرارداد پیش کی گئی لیکن مذہبی حلقوں کی مخالفت کی وجہ سے ناکام ہوگئی۔ یہ قرارداد نامنظور ضرور ہوئی لیکن مخالفت کے منظر عام پر آنے سے اندرون خانہ ایک زبردست عملی منصوبہ بندی شروع ہوئی جس کے نتائج کی واضح جھلک ہمیں ۱۹۰۳ء میں کانفرنس کے اجلاس کی دستاویزات میں ملتی ہے۔ یہ اجلاس اس لیے بھی تاریخی طور پر اہم ہے کہ اس میں عورتوں نے پہلی بار حصہ لیا اور مدراس کی خاتون ''چاند بیگم'' نے مضمون بھی پڑھا۔ اس مضمون میں انھوں نے ''ریفارمر گروپ'' کی حمایت کی جو مذہبی حلقوں کی مخالفت کے باوجود تعلیم نسواں کے لیے کوشاں تھا۔ شیخ عبداللہ اوران کی اہلیہ کی سربراہی میں کانفرنس کا شعبہ خواتین قائم کیا گیا جس نے اپنی پوری توجہ تعلیم نسواں پر مرکوز رکھی اوران کی سربراہی میں یہ قافلہ اپنی منزل کی حصول کے خاطر باقاعدہ پیش قدمی میں مصروف عمل ہوا۔

۱۹۰۵ء میں کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں مولانا حالی نے اپنی مشہور نظم ''چپ کی داد'' پڑھی جو عورتوں پر لگائی جانے والی بے جا پابندیوں کے خلاف احتجاج تھی۔۳ مولانا کی یہ نظم ایک واضح اعلان اور نام نہاد مذہبی ٹھیکے داروں کے لیے پیغام بھی تھا کہ صحیح اور سچا مسلمان عالم و دانش ور عورتوں کی تعلیم کے خلاف کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔

۱۹۱۴ء کا سال خواتین کے لیے مبارک سال ثابت ہوا اسی سال کانفرنس کی کوششوں سے آل انڈیا مسلم خواتین کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ جسے برصغیر پاک و ہند میں عورتوں کی پہلی تنظیم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔۴ آہستہ آہستہ یہ تحریک جو کانفرنس کے پلیٹ فارم سے شروع ہوئی تھی اس کا اثر پورے ملک میں محسوس کیا جانے لگا۔ عورتوں کی تعلیم کے لیے رضا کارانہ طور پر کیے جانے والے کاموں نے مسلمان عورتوں کے اندر بیداری پیدا کی۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۱۱ء میں پڑھی لکھی عورتوں کی تعداد فی ہزار صرف دو تھی اور ۱۹۲۱ء میں یہ تعداد دوگنی ہوگئی۔ ۱۹۴۲ء میں ۱۲۷۸۰۰ مسلم خواتین خواندہ تھیں جن میں سے ۳۹۴۰ نے جدید تعلیم حاصل کی تھی۔۵

اُردو نے ایک ثقافتی زبان ہونے کے ناطے عورتوں کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے ایک فورم مہیا کیا۔ خواتین کے لیے متعدد رسالوں کا اجرا ہوا، بہت جلد یہ رسائل مسلم گھرانوں میں پہنچنے لگے ان

کی وجہ سے معمولی تعلیم یافتہ پردہ نشین خواتین میں بھی تصنیف وتالیف کا شوق پیدا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار باصلاحیت تخلیق کار خواتین سامنے آئیں۔ ان کے مضامین، افسانے اور شاعری ان رسائل میں شائع ہونے لگے اور اسی طرح ان رسائل کی وجہ سے خواتین کی ادبی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔

ادب انسان کی روحانی قوت اور انفرادی ذہانت کا تخلیقی اظہار ہے، جس سے وہ زندگی کے سرچشموں کو توانائی بخشتا ہے لیکن کسی قوم کی تہذیبی اور ادبی تاریخ اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس قوم کی لسانی، ادبی اور معاشرتی سرگرمیوں میں خواتین کی شمولیت اور کارکردگی کو شامل نہ کیا جائے۔ متحدہ ہندوستان کی خواتین نے ادب کے ہر شعبہ میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے جو ہمارے ادب کا سرمایہ ہیں، ابتدائی قابل ذکر کوششوں میں ۱۸۹۶ء میں عورتوں کا ہفتہ روزہ ''تہذیب نسواں'' ہے جو لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا۔[۶] اس کے پہلے شمارے سے ہی عورتوں کے بڑے حلقے نے اس میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی یہ تحریریں صرف خانہ پری نہیں تھیں بلکہ اس وقت کے اہم معاشرتی مسائل پر عورتوں کے واضح خیالات ونظریات ہیں جو ہمارے سامنے آجاتے ہیں انھوں نے جن معاشرتی مسائل کو اپنا موضوع بنایا ان میں توہمات، جہیز، فضول خرچی اور عورتوں کی تعلیمی ومعاشی حالت وغیرہ اہم ہیں۔ یہ تخلیقات اپنی فنی اور فکری خوبیوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے شعور سے عبارت ہیں۔ کہنے کو یہ آغاز تھا لیکن خواتین لکھاریوں کی تخلیقات میں پختگی اور روح عصر بدرجہ اتم موجود تھی، انھوں نے نہ صرف اپنی تخلیقات کی معرفت اپنے مشاہدات تجربات اور احساسات کا کھل کر اظہار کیا بلکہ ان کی تحریروں کی معرفت جو اُردو زبان وادب کو تقویت ملی وہ اُردو کی ادبی تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔

ذیل میں چند اہم شاعرات اور نثر نگار خواتین کا مختصر تعارف پیش ہے جو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی سرپرستی اور ہمت افزائی کی بدولت اُردو زبان وادب کی خدمت میں پیش پیش تھیں۔ یوں تو یہ ایک طویل فہرست ہے لیکن مقالے کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے چند نمایاں نام اور ان کے کام کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

نواب شاہ جہاں بیگم (۱۸۳۸۔۱۹۰۰) تخلص شریں، شعروشاعری کا ذوق فطری تھا فارسی اور اُردو میں شعر کہتی تھیں۔ اُردو غزلوں کا دیوان ''دیوانِ شیریں'' کے نام سے ۱۸۸۸ء میں مطبع نظامی، کانپور سے شائع ہوا۔ آپ کا کلام سلیس اور رواں ہے ایک جھلک ملاحظہ ہو:

دردِ فراق ہی میں سدا مبتلا رہے
دنیا میں اس طرح بھی رہے ہم تو کیا رہے

لطف کیا پاؤ گے تنہا دِل شیدا لے کر
دیکھیے سیر بھی کچھ یاس و تمنا لے کر ۷

رضیہ خاتون جمیلہ (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۲۱ء) کی قادر الکلامی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے سات دیوان مرتب کیے ان کا کلام سادگی اور شائستگی کا نمونہ ہے:

فدا جس پر ساری خدائی ہوئی ہے
وہ تصویر کس کی بنائی ہوئی ہے ۸

زاہد خاتون نزہت (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۲۲ء) اُردو شاعری کا اہم نام ہیں یہ پہلی شاعرہ ہیں جنھیں ان کی توانا فکر اور کلام کی وجہ سے نظر انداز کرنا ممکن نہیں رہا اگرچہ انھوں نے اپنی شناخت کو پوشیدہ رکھنے کی پوری کوشش کی مگر ان کی نظموں نے قارئین کو اپنی طرف متوجہ رکھا۔ ان کے دو شعری مجموعے ''آئینۂ حرم'' اور ''فردوسِ تخیل'' منظر عام پر آئے ان کی ایک نظم جو مسلم یونیورسٹی کے لیے چندے کی اپیل کے سلسلے میں رسالہ ''عصمت'' کے اکتوبر کے شمارے میں شائع ہوئی تھی بہت مقبول ہوئی:

اے فخر قوم بہنو عصمت شعار بہنو
مردوں کی ہو ازل سے تم غم گسار بہنو ۹

رابعہ پنہاں کی غزلیں ان کے ہم عصر مرد شعراء کے طرزِ اظہار سے مختلف ہیں۔ تاہم ان کی کیفیات اور تجربات ایک عورت کے جذبات کے آئینہ دار ہیں:

میری تو ہر ادا جو ہے وقف عبودیت
وہ ہر ادا میں حسن کلیسا لیے ہوئے ۱۰

بلقیس جمال، رابعہ پنہاں کی بہن تھیں۔ ان کی شاعری میں نسائی اظہار اور نسائی شعور نمایاں ہے۔ انھوں نے ۱۳ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کیا:

اسے پاتی بھلا عقلِ رسا کیا
ہماری فہم و ادراک و ذکا کیا
گریباں چاک اور پلکوں پہ آنسو
سحر ہوتے ہی پھولوں کو ہوا کیا ۱۱

اس دور کی خواتین کے کلام میں زبان و بیان کی صفائی و چستی نمایاں ہے۔ نازک جذبوں کا اظہار موجود ہے اس کے علاوہ خواتین نے تصوف، مذہب، زندگی کی بے ثباتی، حالات کی بے اطمینانی اور سماجی

ومعاشرتی مسائل کو بھی اپنا موضوع بنایا۔

جہاں تک نثر کا تعلق ہے تو دور اول کی نثر نگار خواتین ڈپٹی نذیر احمد سے متاثر نظر آتی ہیں۔ رشیدۃ النساء (پہلی خاتون ناول نگار) جنھوں نے ۱۸۸۱ء میں ناول 'اصلاح النساء لکھا۔۱۲ اس ناول میں اصلاحی پہلو نمایاں ہے۔ صغرا ہمایوں مرزا کی کئی تصانیف ہیں وہ ایک مخصوص طبقے کی عکاسی کرتی ہیں ان کا بنیادی مقصد خواتین کی آزادی اور معاشرے کی اصلاح ہے۔ سیدۃ النساء کے مضامین اور افسانے کئی سالوں تک تہذیب نسواں میں شائع ہوتے رہے۔ عباسی بیگم کا تعلق ایک روشن خیال گھرانے سے تھا۔ انھوں نے افسانوں اور ناول کے علاوہ فلسفیانہ مضامین بھی تحریر کیے۔ امت الوحی نے بھی اس دور کی خواتین کی طرح افسانہ نگاری کا آغاز خواتین کے رسائل سے کیا۔ ان کے افسانوں کا مجموعہ ''شاہد وفا'' کے نام سے شائع ہوا۔ موضوعات کے تنوع کے باوجود اصلاحی رجحان حاوی ہے۔ آصف جہاں کا پہلا افسانہ ''شش و پنج'' ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ جس میں عورت کی مظلومیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ افسانوں کے علاوہ وہ مضامین بھی لکھتی رہیں۔ نذر سجاد حیدر کے مضامین دس سال کی عمر سے رسائل میں شائع ہونے لگے۔ ان کی کوشش تھی کہ مشرقی اور مغربی دونوں تہذیبوں کی اچھی اقدار کو اپنایا جائے۔ ان کے افسانوں میں مسلم گھرانوں میں سماجی زندگی کی فرسودہ روایات کو ترک کرنے کا رجحان بھی ملتا ہے۔ خاتون اکرم کا پہلا افسانوی مجموعہ ''گلستان خانوں'' کے نام سے شائع ہوا۔ انھوں نے سماجی رسم و رواج کی برائیوں اور نئی تہذیب کے پھیلتے سایوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ حمیدہ سلطان کے افسانوں میں کردار نگاری کو بہت اہمیت حاصل ہے ان کا ایک طویل افسانہ ''مشرق و مغرب'' رسالہ نسواں میں مسلسل چھپتا رہا۔ طاہرہ دیوی شیرازی کا تعلق بنگال سے تھا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ''سحر بنگال'' کے عنوان سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ ان کے افسانے نسوانی زندگی کے عکاس ہیں۔ سحاب قزلباش کا افسانوی مجموعہ ''بدلیاں'' کے نام سے منظر عام پر آیا۔ مسز عبدالقادر کے افسانوں میں پر اسراریت کی فضا پائی جاتی ہے اور کرداروں میں ارواح کو بہت اہمیت حاصل ہے۔۱۳

دوسرے دور کی لکھاری خواتین کے انداز اور معیار وقت، حالات اور تعلیمی عروج کی بنا پر بدلے ہوئے ضرور ملتے ہیں لیکن یہ اسی تسلسل کا حصہ ہیں۔ ان کی تخلیقات میں حقیقت پسندی کا بھرپور رجحان ملتا ہے ان خواتین لکھاریوں نے اپنے تجربے، ماحول اور گہرے مشاہدات ان کہانیوں میں رقم کیے اور فنی اعتبار سے بھی اس دور کی تخلیقات کو بلند مقام حاصل ہے۔ ڈاکٹر رشید جہاں نے اقتصادی مسائل کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور خواتین کی ذہنی پسماندگی، شکست خوردگی اور بے بسی کو اپنے افسانوں میں

اجاگر کیا۔ انھوں نے باغی دل و دماغ رکھنے والی عورت کا تصور پیش کیا۔ ۱۴ صالحہ عابد حسین نے معاشرے کے مسائل پر افسانے لکھے ان کے افسانوی مجموعے ''نقشِ اول''، ''ساز ہستی'' کے عنوان سے اور ایک ناول ''عذرا'' کے نام سے شائع ہوا۔ شکیلہ اختر بھی ترقی پسند نظریات کی حامی تھیں وہ کسان، مزارع اور زمین دار کو اپنا موضوع بناتی ہیں۔ صدیقہ بیگم سیوہاروی اشترا کی تحریک سے منسلک تھیں۔ ان کے افسانوں میں تنگ و تاریک گلیوں، محلوں اور قحط زدہ ویران علاقوں کی عکاسی کے ساتھ اعلیٰ طبقے کے ایوانوں کی سجاوٹ بھی ملتی ہے تسنیم سلیم چھتاری کے افسانوں کے موضوعات مسلم معاشرے کے متوسط اور اعلیٰ طبقے کی زندگی کے سماجی اور نفسیاتی مسائل ہیں۔ رضیہ خاتون ظہیر نے مضامین لکھنے کی ابتدا رسائل سے کی اور پھر افسانہ نگاری کی طرف آ گئیں ان کے افسانوں میں سیاسی مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ۱۵ عصمت چغتائی اُردو افسانہ نگاری کا ایک اہم نام ہیں۔ ان کے افسانے اپنے عہد کے عکاس ہیں انھوں نے اپنے افسانوں میں متنوع موضوعات کو فنی مہارت سے پیش کیا ہے۔ عصمت چغتائی کے اسلوب، فن اور تکنیک میں کثیر الجہتی پائی جاتی ہے۔ ۱۶ ممتاز شیریں نہ صرف افسانہ نگار ہیں بلکہ ایک نقاد بھی اور تنقید ہی ان کی وجہ شہرت بھی ہے۔ ۱۷ ہاجرہ مسرور کے افسانوں اور ناولوں میں نسوانی کردار زیادہ ہیں جن کو وہ سماجی، جنسی اور معاشی حیثیتوں سے پیش کرتی ہیں۔ خدیجہ مستور کے افسانوں میں تقسیم سے قبل فنی اعتبار سے دو واضح دور نظر آتے ہیں پہلا دور رومانی تصورات تک محدود ہے، دوسرے دور میں ترقی پسند تحریک کا رنگ جاری ہے۔ ۱۸

ڈرامہ نگاری میں امیر جان ادا کا ڈرامہ ۱۹۰۸ء میں آگرہ سے شائع ہوا۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر رشید جہاں، عصمت چغتائی، صالحہ عابد اور قدسیہ زیدی نے بھی ڈرامے لکھے۔ ۱۹ اسی طرح بیسویں صدی کے ربع اوّل میں خواتین کے سفرنامے بھی منظر عام پر آئے۔ ۱۹۱۰ء میں بیگم نواب سربلند جنگ کا سفرنامہ ''دنیا عورت کی نظر میں'' شائع ہوا۔ ''سفرنامہ عراق'' بیگم حسرت موہانی کی تصنیف ہے۔ فاطمہ بیگم کا ''سفر حجاز''، محمودہ عثمان حیدر کا ''مشاہداتِ بلاد اسلامیہ''، نواب سلطان جہان بیگم کا ''سیاست سلطانی'' اور رفیعہ سلطان کا ''سیر یورپ'' اہم ہیں۔ ۲۰ نثر اور نظم کی تقریباً سب ہی اصناف پر خواتین نے طبع آزمائی کی۔

عورتوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے کی جن کوششوں کا آغاز ''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس'' نے کیا تھا اور ان کوششوں کی بہ دولت عورتوں میں جو بیداری پیدا ہوئی اس نے اصلاحات کا حامی ایک گروہ پیدا کر دیا تھا جس نے برصغیر پاک و ہند کی مسلم خواتین میں ایک طبقے کے طور پر ایسا شعور

بیدار کیا جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔قومی بیداری کی اس لہر نے اصلاحِ معاشرہ کے ساتھ ساتھ خواتین کی سماجی حیثیت میں بھی تبدیلی پیدا کی، جس کی وجہ سے مسلم خواتین نے تعلیمی و ادبی ترقی اور سماجی و سیاسی حقوق کی بحالی کے لیے جو تحریکیں چلائیں انھوں نے پورے معاشرے کو متاثر کیا اور اصلاحات کا راستہ کھول دیا۔

حواشی

١۔ حنا جیلانی: ''سماجی اور سیاسی تحریکیں اور خواتین'' مشمولہ عورت زبانِ خلق سے زبان حال تک سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور ٢٠٠٠ء، ص ٢٧١۔
٢۔ آغا حسین ہمدانی: ''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس صدارتی خطبات ١٨٨٦۔١٩٠٦ء'' (حصہ اوّل) قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، اسلام آباد ١٩٨٦ء، ص ١٦۔١٧۔
٣۔ شیخ عبداللہ: ''خاتون''، شمارہ ٢۔١٢، دسمبر ١٩٠٢ء علی گڑھ، ص ٦٨۔
٤۔ شیخ عبداللہ: ''سالانہ رپورٹ آل انڈیا مسلم خواتین کانفرنس''، مارچ ١٩١٤ء، ص ٢٠۔٢٢۔
٥۔ محمد امین زبیری مولوی: ''مسلم خواتین کی تعلیم''، ادارہ تصنیف و تالیف (اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ) آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، ١٩٥٦ء، ص ٦٦۔
٦۔ عبدالسلام خورشید ڈاکٹر: ''صحافت پاکستان و ہند میں''، مجلس ترقی ادب ٢، کلب روڈ لاہور، ١٩٦٣ء، ص ١٩٠۔
٧۔ سلطانہ بخش ڈاکٹر: ''پاکستانی اہل قلم خواتین'' اکادمی ادبیات پاکستان، ٢٠٠٣ء، ص ٢٢۔
٨۔ ایضاً، ص ٢٣۔
٩۔ فاطمہ حسن: ''گزشتہ صدی سے عہدِ حاضر تک اُردو ادب میں نسائی شعور ایک مطالعہ''، مشمولہ فیمنزم اور ہم وعدہ کتاب گھر، شاہ فیصل کالونی کراچی، ٢٠٠٥ء، ص ٨٥۔
١٠۔ ایضاً، ص ٨٧۔
١١۔ ایضاً، ص ٨٨۔
١٢۔ ایضاً، ص ١٠١۔
١٣۔ سلطانہ بخش ڈاکٹر: ''پاکستانی اہل قلم خواتین''، اکادمی ادبیات پاکستان، ٢٠٠٣ء، ص ٤٨۔٥٠۔
١٤۔ شاہد نقوی: ''ڈاکٹر رشید جہاں''، مشمولہ فیمنزم اور ہم وعدہ کتاب گھر، شاہ فیصل کالونی کراچی، ٢٠٠٥ء، ص ١٠٨۔
١٥۔ فاطمہ حسن: ''گزشتہ صدی سے عہد حاضر تک اُردو ادب میں نسائی شعور ایک مطالعہ''، مشمولہ فیمنزم اور ہم وعدہ کتاب گھر، شاہ فیصل کالونی کراچی، ٢٠٠٥ء، ص ١٠٢۔
١٦۔ تنویر انجم: ''عصمت چغتائی کا نسائی شعور''، مشمولہ فیمنزم اور ہم، وعدہ کتاب گھر، شاہ فیصل کالونی کراچی، ٢٠٠٥ء، ص ١١٧۔

۱۷۔ آصف فرخی ڈاکٹر: ''حکایتِ شیرین''، مشمولہ فیمنزم اور ہم، وعدہ کتاب گھر شاہ، فیصل کالونی کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۵۔

۱۸۔ فاطمہ حسن: ''گزشتہ صدی سے عہد حاضر تک اُردو ادب میں نسائی شعور ایک مطالعہ''، مشمولہ فیمنزم اور ہم، وعدہ کتاب گھر شاہ فیصل کالونی کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۲۔

۱۹۔ سلطانہ بخش ڈاکٹر: ''پاکستانی اہلِ قلم خواتین''، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص ۷۰۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۷۳۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ ہمدانی، آغا حسین: ''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس صدارتی خطبات ۱۸۸۶ء۔ ۱۹۰۶ء (حصہ اوّل)، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق وثقافت، ۱۹۸۶ء۔

۲۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر: ''صحافت پاکستان و ہند میں''، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء۔

۳۔ شیخ عبداللہ، سالانہ رپورٹ آل انڈیا مسلم خواتین کانفرنس''، مارچ ۱۹۱۴ء۔

۴۔ خورشید عبدالسلام، ڈاکٹر: ''صحافت پاکستان و ہند میں''، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء۔

۵۔ خورشید عبدالسلام، ڈاکٹر: ''عورت زبانِ خلق سے زبانِ حال تک''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔

۶۔ ''فیمنزم اور ہم''، کراچی، وعدہ کتاب گھر، ۲۰۰۵ء۔

۷۔ زبیری محمد امین، مولوی: ''مسلم خواتین کی تعلیم''، کراچی، ادارہ تصنیف و تالیف (اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ)، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۵۶ء۔

مجلّہ

۱۔ ''خاتون''، علی گڑھ، شمارہ ۲۔۱۲، دسمبر ۱۹۰۲ء۔

O ------- O